OPEN ACCESS

Al-Marjān Research Journal

Open Access
Al-Marjān
Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Quranic Foundations of Fiqh al-Seerah and its Relevance in the Context of Contemporary Social Transformations: An Analytical Study

فقہ السیرہ کی قرآنی اساس اور عصرِ حاضر کے سماجی تغیرات میں اس کی معنویت: ایک تجزیاتی مطالعہ

Authors Details

1. **Almas Ilyas** (Corresponding Author)
2. M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, RIUF International University Faisalabad (RIUF), Pakistan.
   Email: **meshiiayman@gmail.com**
3. **Dr. Khalid Mahmood Arif**
   Head of Department (HOD), Department of Islamic Studies, RIUF International University Faisalabad (RIUF), Pakistan.

Citation

Ilyas, Almas, and Khalid Mahmood Arif. Quranic Foundations of Fiqh al-Seerah and its Relevance in the Context of Contemporary Social Transformations: An Analytical Study. " *Al-Marjān Research Journal* 4, no.1, Jan-Mar (2026): 43– 59.

Submission Timeline

Received: Dec 06, 2025
Revised: Dec 20, 2025
Accepted: Dec 30, 2025
Published Online: Jan 08, 2026

Publication & Ethics Statement

Article QR

Published by *Al-Marjān Research Center*, Lahore, Pakistan.

© The Authors. No conflict of interest declared.

This is an open access article distributed under the terms of the **Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).**

ASIAN DIGITAL LIBRARY | INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL | ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE | HJRS HEC Journal Recognition System | DRJI Directory of Research Journal Indexing

Quranic Foundations of Fiqh al-Seerah and its Relevance in the Context of Contemporary Social Transformations: An Analytical Study

فقہ السیرہ کی قرآنی اساس اور عصرِ حاضر کے سماجی تغیرات میں اس کی معنویت: ایک تجزیاتی مطالعہ

☆ الماس الیاس ☆ ڈاکٹر خالد محمود عارف

Abstract

This study investigates the Qur'anic foundations of Fiqh al-Seerah — the juristic and methodological understanding of the Prophetic biography (Seerah) — and assesses its relevance amid rapid contemporary social transformations. While traditional Seerah scholarship has primarily emphasized historical narration, devotional admiration, or biographical detail, Fiqh al-Seerah approaches the Prophetic life as a dynamic source of normative principles, ethical frameworks, socio-political guidance, and practical models for individual and collective reform. The research argues that the Qur'an constitutes the primary epistemological and normative source for interpreting the Seerah, transforming it from a mere historical record into a living paradigm of social renewal rooted in tawḥīd, justice, human dignity, moral responsibility, and community cohesion. Through a thematic and analytical examination of selected Qur'anic verses concerning the Prophetic mission, social justice, governance, conflict resolution, ethical reform, and nation-building, the paper demonstrates how the Qur'an frames the Seerah as a transformative project designed to restructure society on divine principles. The study further addresses pressing modern challenges — including secularization, ethical relativism, social fragmentation, governance crises, moral decay, and identity confusion — and evaluates how a Qur'an-centered Fiqh al-Seerah provides coherent, structured responses. Methodologically, it combines thematic Qur'anic exegesis, principles of uṣūl al-fiqh (Islamic legal theory), and contemporary socio-ethical analysis. The conclusion affirms that grounding Fiqh al-Seerah in Qur'anic principles enables Muslims to engage constructively with modernity, offering not only moral inspiration but also a comprehensive framework for ethical policy-making, social cohesion, civilizational balance, and sustainable reform in a rapidly changing world.

Keywords: Fiqh al-Seerah · Qur'anic Foundations · Social Transformations · Prophetic Model · Islamic Social Ethics · Normative Framework.

تعارفِ موضوع

تاریخ کے افق پر اسلام کا ظہور محض ایک نئے مذہب کا اعلان نہ تھا، بلکہ یہ فکری، اخلاقی اور سماجی انقلاب کا وہ نقطہ آغاز تھا جس نے انسانیت کو اللہ کی بندگی اور انسانیت کے احترام کے آفاقی اصولوں سے روشناس کرایا۔ اس عظیم انقلاب کا مرکز و محور سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی

☆ ایم فل سکالر، شعبہ اسلامیات، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد (RIUF)، پاکستان۔

☆ سربراہ شعبہ (HOD)، شعبہ اسلامیات، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد (RIUF)، پاکستان۔

ذاتِ گرامی ہے، جن کی حیاتِ طیبہ قرآنِ حکیم کے آفاقی پیغام کی مکمل عملی تفسیر اور زندہ نمونہ ہے۔ "فقہ السیرہ" دراصل اسی عملی نمونے سے وہ اصول، ضوابط اور احکام استنباط کرنے کا نام ہے جو ہر دور کے انسانی معاشرے کی تعمیر و اصلاح کے لیے مشعلِ راہ بن سکتے ہیں۔

اس مطالعے کی اہمیت اس وقت دوچند ہو جاتی ہے جب ہم اس کی "قرآنی اساس" پر غور کرتے ہیں۔ قرآن و سیرت کے مابین جو گہرا ربط ہے، وہ روح اور جسم کے تعلق کی مانند ہے۔ قرآن اگر نظریہ اور ہدایت ہے تو سیرتِ نبوی ﷺ اس کی کامل عملی تعبیر اور زندہ مصداق ہے۔ عصرِ حاضر میں جب انسانی معاشرہ تیز رفتار سماجی تغیرات (Social Transformations)، فکری انتشار، اخلاقی زوال اور سماجی ڈھانچوں کی تبدیلیوں کے طوفان میں گھرا ہوا ہے، تو یہ ناگزیر ضرورت ہے کہ ہم سیرتِ طیبہ کے ان فقہی، تدوینی اور عملی پہلوؤں کو از سرِ نو دریافت کریں جو جدید دور کے پیچیدہ مسائل —جیسے سیکولرائزیشن، اخلاقی نسبیت پسندی، سماجی ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور حکمرانی کے بحران— کا حل پیش کر سکیں۔ فقہ السیرہ محض تاریخی بیانیہ نہیں، بلکہ ایک متحرک ضابطہ حیات ہے جو قرآن کی روشنی میں سماجی انصاف، انسانی وقار اور اجتماعی ذمہ داری کے اصولوں پر مبنی معاشرتی تعمیرِ نو کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

سابقہ کام کا جائزہ

فقہ السیرہ اور اس کی قرآنی بنیادوں کا موضوع علمی و تحقیقی حلقوں میں ہمیشہ سے مرکزِ توجہ رہا ہے۔ اس ضمن میں قدیم و جدید علماء اور محققین نے گراں قدر خدمات سر انجام دی ہیں جن کا جائزہ لینا زیرِ نظر مقالے کی علمی اساس کے لیے ناگزیر ہے۔ سیرت نگاری کے روایتی انداز سے ہٹ کر "فقہ السیرہ" کو ایک منظم علم کے طور پر متعارف کروانے میں ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی کی کتاب "فقہ السیرہ" ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہوں نے سیرت کے واقعات سے شرعی احکام اور دعوتی اسباق کا استخراج نہایت مدلل انداز میں کیا ہے۔ اسی طرح امام محمد الغزالی (مصر) کی تصنیف "فقہ السیرہ" فکری اور نفسیاتی اعتبار سے عصرِ حاضر کے مسائل کا حل سیرت کی روشنی میں پیش کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف میں اسوۂ حسنہ ﷺ کو ایک ایسے جامع ماڈل کے طور پر پیش کیا ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں، بالخصوص خاندانی نظام اور حقوقِ نسواں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی نے "فقہ السیرۃ" (سیرت نبوی ﷺ سے فقہی احکام و مسائل کا استنباط) کے حوالے سے سیرت نگاری کے جدید منہج کو اپنایا ہے۔ ان کے آرٹیکلز میں سیرت کے واقعات کو صرف تاریخی داستان کی بجائے موجودہ دور کے مسائل کے حل، حکمتِ عملی، دعوت، اور اسلامی زندگی گزارنے کے عملی اصولوں کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

موجودہ دور کے سماجی تغیرات پر نظر ڈالی جائے تو ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری کی "السيرة النبوية الصحيحة" جدید تنقیدی اور تحقیقی معیار پر پورا اترتی ہے، جس میں انہوں نے سماجی ڈھانچے کی تشکیلِ نو کے لیے سیرت کے اصولوں کو واضح کیا ہے۔ تاہم ان تمام لائقِ تحسین کاوشوں کے باوجود، فقہ السیرہ کو عصرِ حاضر کے "سماجی تغیرات" (Social Transformations) کے مخصوص تناظر میں ایک جامع تحقیقی مطالعے کی صورت میں پیش کرنے کی گنجائش ابھی باقی تھی، جسے یہ مقالہ پُر کرنے کی سعی کر رہا ہے۔

فقہ السیرہ کا لغوی مفہوم

فقہ السیرہ دو الفاظ کا مرکب ہے۔ فقہ اور سیرہ۔

لغت میں فقہ کا معنی: **فقہ کا مادہ: ف ق ہ** ہے۔

یہ ثلاثی مجرد فعل ہے۔ فَقِهَ ۔ يَفْقَهُ ۔ فِقْهًا۔ جس کا معنی ہے گہری سمجھ۔

ابن الاثیر اپنی مشہور کتاب "**النهاية**" میں فقہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الفقه في الأصل: الفهم، يقال: فقِه الرجل بالكسر يفقِه فقهاً إذا فهم وعلم، وفقُه بالضم يفقُه: إذا صار فقيهاً عالماً[1]

"فقہ کا اصل لغوی معنی سمجھنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ "فقِہ الرجل" (قاف کے نیچے زیر کے ساتھ) اس وقت بولتے ہیں جب کسی نے کوئی بات سمجھ لی یا جان لی ہو۔ جبکہ "فقُہ" (قاف پر پیش کے ساتھ) اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص علم و فہم میں مہارت حاصل کر کے باقاعدہ فقیہ اور عالم بن جائے۔"

اسی طرح ابنِ منظور کی "لسان العرب" میں ہے:

الفقه العلم بالشيء والفهم له، وغلب على علم الدين لسيادته وشرفه وفضله على سائر أنواع العلم". فالفقه يعني الفهم والعلم[2]

"فقہ سے مراد کسی چیز کا علم حاصل کرنا اور اسے سمجھنا ہے۔ تمام علوم پر اپنی برتری، شرف اور فضیلت کی وجہ سے یہ لفظ (فقہ) علمِ دین کے لیے مخصوص اور غالب ہو گیا ہے"

ڈاکٹر اقبال محمد باصمد نے جامعہ ام القریٰ کے نصاب "فقه السيره" میں لغوی اعتبار سے فقہ کی وسعت کو یوں بیان کیا ہے:

الفهم الدقيق، و الإدراك و الاستيعاب و الانتفاع لأن فائدة الفهم الانتفاع[3]

"باریک بینی سے سمجھنا، ادراک کرنا، مکمل احاطہ کرنا اور نفع حاصل کرنا، کیونکہ فہم کا اصل فائدہ (علم سے) نفع اٹھانا ہے۔"

فقہ کی اصطلاحی تعریف

العلم بالأحكام الشرعيّة العمليّة عن أدلّتها التفصيليّة لتحصيل السعادة الأخرويّة[4]

"ایسے شرعی احکامِ عمل (جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ) کا علم حاصل کرنا جو تفصیلی دلائل (قرآن و سنت) سے ثابت ہوں، تاکہ اس کے ذریعے آخرت کی سعادت (کامیابی) حاصل کی جا سکے۔"

لغت میں السیرہ کا معنی: **السیرہ کا مادہ:** س ی ر ہے۔

یہ ثلاثی مجرد فعل ہے۔ سَارَ۔ یَسِیْرُ۔ سَیْرًا

الطريقة و السلوك و المنهج[5]

"طریقہ، طرزِ عمل (سلوک) اور منہج (راستہ)"۔

سیرۃ کی اصطلاحی تعریف

ما أضيف إلى النبي صلى الله عليه وسلم من قول أو فعل أو تقرير أو صفة خلقية أو خلقية قبل البعثة أو بعدها[6]

---

[1] Ibn al-Athīr (d. 606 H). *al-Nihāyah fī Gharīb al-Ḥadīth*. Taḥqīq Ṭāhir Aḥmad al-Zāwī (Qum: Muʾassasat Ismāʿīliyān li-l-Ṭibāʿah wa al-Nashr, 1364 H.Sh. [≈1985 CE]), Māddah "Faqih", Juzʾ 3, 465.

[2] Ibn Manẓūr (d. 711 H). Lisān al-ʿArab (Qum: Nashr Adab al-Ḥawzah, 1405 H), Māddah "Faqih", Juzʾ 13, 522. و Majmaʿ al-Baḥrayn, Juzʾ 3, 421.

[3] Bāṣamad, Iqbāl Muḥammad. Muqarrar: Fiqh al-Sīrah al-Nabawiyyah (Makkah al-Mukarramah: Jāmiʿat Umm al-Qurā, Kulliyyat al-Daʿwah wa Uṣūl al-Dīn, n.d.), 4.

[4] Al-Shahīd al-Awwal (d. 786 H). *Dhikrā al-Shīʿah fī Aḥkām al-Sharīʿah* (Qum: Muʾassasat Āl al-Bayt ʿAlayhim al-Salām li-Iḥyāʾ al-Turāth, 1419 H), Juzʾ 1, 40.

[5] Bāṣamad, Iqbāl Muḥammad. Muqarrar: *Fiqh al-Sīrah al-Nabawiyyah*, 4.

[6] Bāṣamad, Iqbāl Muḥammad. Muqarrar: *Fiqh al-Sīrah al-Nabawiyyah*, 4.

"رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہر وہ قول، فعل، تقریر یا آپ ﷺ کی خلقی (جسمانی) اور خلقی (اخلاقی) صفت، جو نبوت سے پہلے کی ہو یا بعد کی"

فقہ السیرہ کی اصطلاحی تعریف

هو فهم سيرة النبي صلى الله عليه وسلم فهما استيعابياً تفاعلياً منتجاً[7]

"نبی کریم ﷺ کی سیرت کا ایسا فہم حاصل کرنا جو مکمل احاطہ کرنے والا، متحرک اور ثمر آور ہو۔"

هو فهم سيرة الرسول صلى الله عليه وسلم كمنهج حياة، وبناء فرد، وتكوين أمة، و إقامة دولة، وتأسيس حضارة، ورسالة إنسانية، وفقه تعامل[8]

"رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو بطور نظام زندگی، فرد کی تعمیر، امت کی تشکیل، ریاست کے قیام، تہذیب کی بنیاد، انسانی پیغام اور باہمی معاملات کے فہم کے طور پر سمجھنا۔"

قرآنی مثالیں

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا[9]

"اے میرے رب! مجھے عزّت و سچائی کے ساتھ (نئی جگہ) داخل فرما اور مجھے عزّت و سچائی کے ساتھ (پرانے مقام) سے نکال اور مجھے اپنی طرف سے ایسی مددگار قوت عطا فرما جو میری نصرت کرے۔"

اس آیت سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے ہجرت جیسے عظیم اور فیصلہ کن اقدام میں محض ظاہری اسباب پر اعتماد نہیں کیا بلکہ اللہ سے دعا اور رہنمائی کو بنیاد بنایا۔ جس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اسلامی قیادت میں ہر بڑے فیصلے سے پہلے اللہ کی طرف رجوع کرنا ایک بنیادی سیرتی اصول ہے۔ دوسری طرف "مدخل صدق اور مخرج صدق" سے یہ قاعدہ نکلتا ہے کہ نبی ﷺ نے مکہ چھوڑتے وقت بھی سچائی، صبر اور اخلاقی پاکیزگی کو اختیار کیا کسی قسم کی بددیانتی، انتقام یا فتنہ انگیزی کا راستہ نہیں اپنایا۔ اسی طرح مدینہ میں داخلہ بھی حق، اعتماد اور واضح مقصد کے ساتھ ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں نیک مقصد کے حصول کے لیے غلط یا غیر اخلاقی ذریعہ (جیسے جھوٹ، دھوکہ یا مکر) استعمال کرنا جائز نہیں۔

ہجرت کے وقت مکہ کے لوگ آپ ﷺ کے خون کے پیاسے تھے لیکن نبی ﷺ کی اخلاقی بلندی کو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے اس لیے چھوڑا تاکہ دشمنوں کی امانتیں واپس کی جاسکیں۔ دشمنی اپنی جگہ لیکن اخلاقی اقدار اور امانت کی ادائیگی میں کوئی سمجھوتہ نہیں ہونا چاہیے۔ مکہ سے نکلتے وقت نبی ﷺ کو دکھ تھا، تکلیف تھی کیونکہ اپنوں نے نکالا تھا لیکن آپ ﷺ نے نہ تو بددعا دی، نہ ہی وہاں کوئی اندرونی فتنہ یا تخریب کاری چھوڑی۔ اس سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ مومن جب کسی جگہ سے رخصت ہوتا ہے تو وہ وہاں فتنہ یا انتشار چھوڑ کر نہیں جاتا بلکہ اپنی چھاپ ایک صادق اور امین کے طور پر چھوڑتا ہے۔

اس آیت میں "سلطاناً نصیرا" کی دعا سے یہ فقہی سیرتی اصول بھی سامنے آتا ہے کہ دین کی حفاظت، ظلم کے خاتمے اور دعوتِ اسلام کے غلبے کے لیے قوت اور اقتدار کی دعا اور جدوجہد جائز ہے ہاں شرط یہ ہے کہ مقصد ذاتی مفاد کی بجائے اللہ کے دین کی نصرت ہو۔ دوسری طرف اس آیت

[7] Bāṣamad, Iqbāl Muḥammad. Muqarrar: *Fiqh al-Sīrah al-Nabawiyyah*, 4.
[8] Bāṣamad, Iqbāl Muḥammad. Muqarrar: *Fiqh al-Sīrah al-Nabawiyyah*, 4.
[9] Al-Isrāʾ, 17:80.

سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ ہجرت یا مقام کی تبدیلی کو کمزوری یا شکست نہیں سمجھا گیا بلکہ اسے دعوتِ اسلامی کی حکمتِ عملی کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا[10]

"اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو بات کرنے میں نرمی نہ کرو ورنہ وہ شخص جس کے دل میں بیماری ہے، لالچ میں پڑ جائے گا اور دستور کے مطابق بات کیا کرو۔"

آیت کے آغاز میں امہات المؤمنین کو بتایا گیا کہ ان کا مرتبہ بلند ہے لیکن یہ بلندی تقویٰ سے مشروط ہے۔ کسی بھی منصب یا نسبت (جیسے اہلِ بیت یا مشائخ سے نسبت) کا اصل شرف تقویٰ سے وابستہ ہے۔ جتنا بڑا منصب ہو گا اس کی ذمہ داری اور اس کے آداب اتنے ہی سخت ہوں گے۔ اسلام خواتین کو بوقت ضرورت مردوں سے بات کرنے سے منع نہیں کرتا بلکہ اس کا طریقہ وضع کرتا ہے۔ عورت کی آواز بذاتِ خود پردہ نہیں ہے لیکن آواز میں پیدا کی گئی نرمی ممنوع ہے تا کہ فتنہ پیدا نہ ہو۔ آیت کا حکم ان لوگوں کے لیے ہے جن کے دلوں میں مرض ہے۔ شریعت صرف گناہ سے نہیں روکتی بلکہ ان اسباب سے بھی روکتی ہے جو گناہ کی طرف لے جائیں۔ گفتگو میں سختی یا روکھا پن (بوقتِ ضرورت) اس لیے اختیار کیا جاتا ہے تا کہ بیمار ذہن والے لوگوں کو شہہ نہ ملے۔

آیت کے آخر میں "وقلن قولاً معروفاً" کا حکم دیا گیا۔ یعنی کہ بات چیت نہ تو اتنی سخت ہو کہ بد تہذیبی کے زمرے میں آئے اور نہ ہی اتنی نرم کہ سننے والا غلط فہمی کا شکار ہو۔ یہ احکامات سب سے پہلے نبی ﷺ کے گھرانے کو دیے گئے۔ سیرتِ طیبہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ مثالی معاشرے کی تشکیل کے لیے اصلاح کا آغاز اپنے گھر اور مقتدر طبقات سے ہونا چاہیے۔ جب امہات المؤمنین ان آداب پر عمل کریں گی تو دیگر مسلمان خواتین کے لیے وہ نمونہ بنیں گی۔

عصر حاضر میں فقہ السیرہ اور اس کے عملی اثرات

موجودہ دور کے پیچیدہ مسائل اور انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں پیدا ہونے والے بحرانوں کا حل سیرتِ نبوی ﷺ کے عملی مطالعے یعنی فقہ السیرہ میں پنہاں ہے۔ سیرتِ طیبہ محض ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ ایک زندہ جاوید نمونہ ہے جو ہر عہد کے انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اس جامعیت اور اثر آفرینی کو نہایت فصیح اسلوب میں یوں بیان کرتے ہیں:

"ایک ایسی شخصی زندگی، جو طائفہ انسانی کے اور ہر حالتِ انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو، صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔ اگر دولت مند ہو تو مکہ کے اور بحرین کے خزانہ دار کی تقلید کرو، اگر غریب ہو تو شعبِ ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر بادشاہ ہو تو سلطانِ عرب کا حال پڑھو، اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو۔

اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالاروں پر نگاہ دوڑاؤ، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکہ اُحد سے عبرت حاصل کرو۔ اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درس گاہ کے معلمِ قدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ۔ اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجدِ مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے کی باتیں سنو، اگر تنہائی و بیکسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبی کا اسوہ حسنہ

[10] Al-Aḥzāb, 33:32.

تمہارے سامنے ہے۔ اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم و نسق کو دیکھو۔ اگر یتیم ہو تو عبد اللہ و آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے بچے کو دیکھو، اگر تم جوان ہو تو مکہ کے ایک چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر سفری کاروبار میں ہو تو بصریٰ کے کاروانِ سالار کی مثالیں ڈھونڈو۔"[11]

"اگر عدالت کے قاضی اور پنچایتی ثالث ہو تو کعبہ میں نورِ آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجرِ اسود کو کعبہ کے ایک گوشہ میں رکھ رہا ہے، مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظر انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے۔ اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس شوہر کی حیاتِ پاک کا مطالعہ کرو، اگر اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسن و حسینؓ کے نانا کا حال پوچھو۔ غرض تم جو کوئی بھی ہو، اور کسی حال میں بھی ہو، تمہاری زندگی کے لیے نمونہ، تمہاری سیرت کی درستی و اصلاح کے لیے سامان، تمہارے ظلمت خانہ کے لیے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد ﷺ کی جامعیتِ کبریٰ کے خزانے میں ہر وقت اور ہر دم مل سکتا ہے، اس لیے طبقہ انسانی کے ہر طالب اور نورِ ایمانی کے ہر تلاشی کے لیے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے۔[12]

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی ان فکر انگیز سطور کا بنیادی جوہر یہ ہے کہ فقہ السیرہ محض ایک خاص گروہ یا طبقے تک محدود نہیں بلکہ یہ پوری نوعِ انسانی کے لیے ایک عالمگیر ضابطہ ہے۔ ان کی اس فکر کا عملی تقاضا یہ ہے کہ ایک تاجر اپنی معیشت کو مکہ کے تاجر ﷺ کے اصولوں پر ڈھال سکتا ہے اور ایک حکمران اپنی سیاست کو سلطانِ عرب ﷺ کے انصاف سے سنوار سکتا ہے۔ یعنی زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو، سیرت وہاں عملی اثر ڈالنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ آج کا انسان چھوٹی سی ناکامی پر ہمت ہار دیتا ہے یا کامیابی پر مغرور ہو جاتا ہے۔

آزمائش اور نصرتِ الٰہی: فقہ السیرہ کا قرآنی تناظر

سیرتِ طیبہ کا یہ پہلو اس حقیقت کی غماز ہے کہ جب آپ مشکل (شعبِ ابی طالب) میں ہوں تو صبر کیسے کرنا ہے، اور جب طاقت (سلطانِ عرب) میں ہوں تو عاجزی کیسے اختیار کرنی ہے۔ یہ متوازن رویہ ہی آج کے معاشرے کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

اسی آفاقی اصول کی وضاحت قرآن ان الفاظ میں کرتا ہے:

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا[13]

"بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔"

آج کا انسان چھوٹی سی ناکامی یا معاشی دباؤ پر جس شدید ذہنی شکستگی کا شکار ہوتا ہے اس کے لیے سیرت کا یہ پہلو ایک ڈھال ہے یہ یقین دلاتا ہے کہ موجودہ "عُسر" مستقل نہیں بلکہ کامیابی کا پیش خیمہ ہے۔ مکہ کی پُر آشوب زندگی ہمیں سکھاتی ہے کہ جب حالات موافق نہ ہوں اور انسان تنہا رہ جائے، تب بھی اپنے نظریے اور حق پر ڈٹے رہنا ہی بلآخر بڑے معاشرتی انقلاب کی بنیاد بنتا ہے۔ یہ آیت ہمیں سکھاتی ہے کہ تنگی دراصل انسان کی تربیت کا ذریعہ ہے تاکہ وہ آنے والی بڑی ذمہ داریوں اور "یُسر" کو سنبھالنے کے قابل ہو سکے۔ معاشرے کے وہ پسے ہوئے طبقات جو ظلم و جبر کی چکی میں پس رہے ہیں، ان کے لیے سیرتِ نبوی ﷺ کا یہ پہلو ایک ابدی امید ہے کہ تاریک ترین رات کے بطن سے ہی صبحِ صادق طلوع ہوتی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا عملی نفاذ ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس کے ذریعے آج کا انسان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں توازن پیدا کر سکتا

[11] Nadwī, Sayyid Sulaymān. *Khuṭabāt-i Madrās* (Lāhawr: Metro Printers, May 1995), 102.
[12] Nadwī, Sayyid Sulaymān. *Khuṭabāt-i Madrās* (Lāhawr: Metro Printers, May 1995), 103.
[13] Al-Inshirāḥ, 94:6.

ہے۔ یہ فہم ہمیں اس حقیقت تک پہنچاتا ہے کہ ہر تنگی کے ساتھ آسانی کا وعدہ صرف اسی صورت میں سچ ثابت ہوتا ہے جب ہم اسوۂ رسول ﷺ کو اپنی زندگیوں کا محور بنالیں۔

تزکیہ نفس اور نظامِ عالم کی تبدیلی: فقہ السیرہ اور قرآنی اصولِ تجارت

ہم آج کل نظام کی تبدیلی کی بات تو کرتے ہیں مگر اپنی ذات کو نہیں بدلتے۔ فقہ السیرہ کے عملی اثرات تب ظاہر ہوں گے جب ایک فرد اپنی شخصی زندگی کو اسوۂ رسول ﷺ کے مطابق ڈھالے گا۔ جب ایک تاجر دیانتدار ہوگا اور ایک عام شہری اپنے فرائض پہچانے گا، تو پورا معاشرہ خود بخود بدل جائے گا۔ موجودہ دور میں کارپوریٹ سیکٹر اور تعلیمی نظام میں کرپشن اور بددیانتی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ فقہ السیرہ کا اثر یہ ہے کہ ایک بزنس مین مکہ کے تاجر ﷺ کی امانت کو ماڈل بنا کر اپنے کاروبار میں برکت اور شفافیت لا سکتا ہے۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ [14]

"اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ آپس کی خوشی سے تجارت ہو۔"

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے سیرتِ طیبہ ﷺ کے اس پہلو کو جس بصیرت سے اجاگر کیا ہے، وہ دورِ جدید کی مادہ پرستی کا بہترین علاج ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر تم تاجر ہو اور تجارت کی وسعتوں میں کامیابی کے متلاشی ہو، تو بصریٰ کے تجارتی قافلوں کی قیادت کرنے والے اس "امین" ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرو جس نے نفع کے حصول سے پہلے دیانت کو اپنا شعار بنایا۔ قرآنِ کریم کی آیت "**لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ**" دراصل اس تجارتی امانت کی قرآنی اساس ہے جس کی عملی تصویر ہمیں نبوی اسوہ میں نظر آتی ہے۔ آج کی عالمی منڈیوں میں سرمایہ داری کا سب سے بڑا المیہ ناحق منافع خوری اور دھوکہ دہی ہے۔ فقہ السیرہ کا عملی اثر یہ ہے کہ یہ تجارت کو محض نفع کمانے کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک عبادت اور خدمت قرار دیتی ہے۔ سید صاحب کی فکر ہمیں سکھاتی ہے کہ "صادق اور امین" تاجر کا تصور ہی موجودہ دور کے معاشی بحرانوں اور معاشی ناہمواریوں کا واحد حل ہے۔

آیتِ کریمہ میں "**بالباطل**" کا لفظ عصرِ حاضر کی ہر قسم کی مالی کرپشن، سود خوری، ذخیرہ اندوزی اور آن لائن فراڈ کا احاطہ کرتا ہے۔ فقہ السیرہ کی اہمیت یہ ہے کہ یہ تاجر کے ضمیر کو بیدار کرتی ہے تاکہ وہ مصنوعی قلت پیدا کر کے معیشت کو مفلوج کرنے کی بجائے برکت اور شفافیت کو فوقیت دے۔ سید صاحب کا بصریٰ کے سفر کا حوالہ دینا ثابت کرتا ہے کہ بین الاقوامی تجارت کی بنیاد اعتماد پر ہونی چاہیے۔ آج جب عالمی تجارت میں بددیانتی کی وجہ سے قوموں کے درمیان جنگی حالات پیدا ہو جاتے ہیں تو فقہ السیرہ کا عملی پہلو یہ ہے کہ معاشی معاہدوں کی پاسداری کو انسانیت کی بقا کے لیے ناگزیر قرار دیا جائے۔

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی فکر کی روشنی میں یہ آیت معاشی زندگی کے لیے ایک ایسی "اخلاقی دیوار" کھڑی کرتی ہے جو انسان کو ہوسِ زر سے بچا کر حلال و طیب کی طرف راغب کرتی ہے۔ عصرِ حاضر میں فقہ السیرہ کا سب سے بڑا عملی اثر یہ ہے کہ معیشت کو جنگ کی بجائے باہمی تعاون کے نبوی اصولوں پر استوار کیا جائے، جہاں رزق کی فراوانی کے ساتھ ساتھ دلوں کا سکون بھی میسر ہو۔

---

[14] Al-Nisāʾ, 4:29.

عصری اضطراب اور اسوۂ رسول ﷺ کا لائحہ عمل

آج کل ڈپریشن اور ناامیدی بہت زیادہ ہے۔ فقہ السیرہ ہمیں سکھاتی ہے کہ جب حالات انتہائی مخالف ہوں اور انسان تنہائی کا شکار ہو، تو اسوۂ رسول ﷺ سے استقامت کیسے حاصل کی جائے۔ دنیا کے موجودہ سیاسی منظر نامے میں جہاں طاقت کا غلط استعمال عام ہے، وہاں فقہ السیرہ یہ اثر ڈالتی ہے کہ حاکم یا افسر ہونے کے باوجود عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ شاہ و گدا کو برابر سمجھنے والا منصف آج کے عدالتی نظام کے لیے آئیڈیل ہے۔

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا یہ کلام ثابت کرتا ہے کہ فقہ السیرہ محض عبادات تک محدود نہیں بلکہ یہ انسانی زندگی کے ہر "رول" کے لیے ایک ورکنگ پلان فراہم کرتی ہے۔ آج کے دور میں اس سے اثر لینے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فرد اپنے مخصوص حالات خواہ وہ غربت ہو یا امارت، طاقت ہو یا کمزوری میں اسوۂ رسول ﷺ کے متعلقہ پہلو کو ڈھونڈ کر اسے اپنی زندگی کا حصہ بنا لے۔

آج کے دور میں جب قوموں کو جنگی یا سیاسی میدان میں فتح حاصل ہو تو انہیں غرور کی بجائے "بدر و حنین کے سپہ سالار ﷺ" کی طرح عاجزی اور اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر شکست یا کسی بڑے قومی حادثے کا سامنا ہو تو مایوسی کی بجائے "معرکہ احد" سے یہ سبق لینا چاہیے کہ غلطیوں کی اصلاح کیسے کی جاتی ہے اور ثابت قدمی کیسے دکھائی جاتی ہے۔

اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَّ أَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ[15]

"اور یقیناً اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جبکہ تم (مادی لحاظ سے) نہایت کمزور تھے، پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر گزار بن سکو۔"

عصرِ حاضر میں مسلمانوں کا سب سے بڑا المیہ "احساسِ کمتری" ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جب تک ہمارے پاس مغرب جیسی ٹیکنالوجی یا دولت نہیں ہوگی ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

آیت کا لفظ "وَ أَنْتُمْ أَذِلَّةٌ" یہ بتاتا ہے کہ فتح کا تعلق صرف "تعداد" سے نہیں بلکہ "ارادے اور ایمان" سے ہے۔ آج کے دور میں یہ آیت ہمیں سکھاتی ہے کہ وسائل کی کمی کا رونا رونے کی بجائے جو میسر ہے اس کے ساتھ میدانِ عمل میں نکلنا چاہیے۔ بدر کی اس نصرت کا یہ مطلب نہیں تھا کہ صحابہ رضوان اللہ اجمعین ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ انہوں نے دستیاب تلواریں، اونٹ اور صف بندی مکمل کی۔ مدد تب آتی ہے جب انسان اپنی آخری حد تک کوشش کر لے۔ جدید دور کے مسائل (معیشت، تعلیم، سائنس وغیرہ) میں ہمیں محض دعاؤں پر اکتفا کرنے کی بجائے اپنی بہترین صلاحیتیں استعمال کرنی چاہئیں پھر اللہ کی نصرت کا انتظار کرنا چاہیے۔

آیت کے آخر میں کہا گیا "فَاتَّقُوا اللَّهَ" سیرتِ نبوی سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جنگ ہو یا امن، اخلاقی ضابطوں (تقویٰ) کی پابندی لازمی ہے۔ بدر میں فرشتے تب آئے جب نظم و ضبط اور تقویٰ عروج پر تھا۔ آج کی سیاست اور جنگوں میں سب جائز ہے کا اصول چلتا ہے۔ یہ آیت ہمیں سکھاتی ہے کہ اگر ہم عصرِ حاضر میں غلبہ چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے اخلاقی معیار کو دشمن سے بلند رکھنا ہوگا۔ یہ آیت کامیابی کا کریڈٹ انسان کی اپنی ذہانت کی بجائے اللہ کی نصرت کو دیتی ہے۔ جب کوئی قوم یا ادارہ ترقی کرتا ہے تو اس میں تکبر آ جاتا ہے جو زوال کا سبب بنتا ہے۔ اس لیے کامیابی کے بعد شکر گزاری کا رویہ اختیار کرنا چاہیے تاکہ وہ نعمت برقرار رہے۔

[15] Āl ʿImrān, 3:123.

عصرِ حاضر میں اس آیت کا عملی اطلاق یہ ہے کہ امتِ مسلمہ کو اپنی مادی کمزوری سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہم اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔ دستیاب وسائل کا بہترین استعمال کریں۔ اپنے اخلاق اور تقویٰ کو بہتر بنائیں۔ تو اللہ کی وہ نصرت جو بدر میں نازل ہوئی تھی وہ آج بھی نازل ہو سکتی ہے۔

عصری تعلیمی بحران اور منہجِ نبوی:

موجودہ دور میں تعلیم صرف ڈگری تک محدود ہے لیکن فقہ السیرہ کا اثر یہ ہے کہ ایک استاد اپنی تدریس میں معلمِ قدس ﷺ کی شفقت اور حکمت شامل کرے اور ایک طالب علم اپنے اندر وہی تڑپ اور ادب پیدا کرے جو وحیِ الٰہی کے پہلے شاگرد ﷺ کے پاس تھی۔ یہ رویہ آج کے تعلیمی نظام میں اخلاقی انقلاب لا سکتا ہے۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ[16]

"وہی ہے جس نے امیوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔"

سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے سیرتِ طیبہ ﷺ کی جامعیت کو بیان کرتے ہوئے معلمِ انسانیت ﷺ کے کردار کو کلیدی اہمیت دی ہے۔ لہٰذا اگر تم معلم ہو اور علم کی شمع روشن کرنا چاہتے ہو، تو صفہ کی اس درسگاہ کو دیکھو جہاں کے طالب علموں نے محض کتابیں نہیں پڑھیں بلکہ کائنات کو بدلنے کا فن سیکھا۔ موجودہ تعلیمی نظام کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہ صرف معلومات فراہم کر رہا ہے لیکن کردار سازی سے خالی ہے۔ فقہ السیرہ کا عملی اثر یہ ہے کہ استاد صرف نصاب مکمل نہ کرائے بلکہ شاگرد کے اخلاق کا تزکیہ بھی کرے۔ جب تک تعلیم کے ساتھ تزکیہ شامل نہیں ہوگا، معاشرے کو ڈاکٹرز اور انجینئرز تو ملیں گے مگر "انسان" میسر نہیں آئیں گے۔

آیتِ کریمہ میں "حکمت" کا لفظ یہ بتاتا ہے کہ تعلیم کا مقصد صرف ڈگری حاصل کرنا نہیں بلکہ کائنات کے حقائق کو سمجھنے کی بصیرت پیدا کرنا ہے۔ سید صاحب کی فکر ہمیں متوجہ کرتی ہے کہ عصرِ حاضر کا استاد اپنے شاگردوں میں وہ "حکمت" پیدا کرے جس سے وہ جدید دور کے فکری فتنوں کا مقابلہ کر سکیں اور علم کو انسانیت کی تباہی کی بجائے اس کی فلاح کے لیے استعمال کریں۔

صفہ کی درسگاہ کے معلم ﷺ نے اپنے شاگردوں کو صرف مسجد تک محدود نہیں رکھا بلکہ انہیں فاتح، منصف اور منتظم بنا کر نکالا۔ آج کے تعلیمی اداروں کے لیے فقہ السیرہ کا عملی سبق یہ ہے کہ وہ ایسی باشعور نسل تیار کریں جو اپنی پیشہ ورانہ مہارت کو نبوی اخلاقیات کے تابع رکھ کر معاشرتی ناانصافیوں کے خلاف عملی جدوجہد کر سکے۔

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی فکر کی روشنی میں یہ آیت تعلیمی بحران کا یہ حل پیش کرتی ہے کہ علم کو محض معاشی ضرورت نہیں بلکہ روحانی و اخلاقی ارتقاء کا ذریعہ بنایا جائے۔ عصرِ حاضر میں فقہ السیرہ کا سب سے مؤثر اثر یہ ہے کہ یہ تعلیم کو "حرف و صوت" کے قید خانے سے نکال کر "فکر و عمل" کی روشنی بناتی ہے جہاں ہر طالب علم "معلمِ قدس" ﷺ کے اسوہ پر چلتے ہوئے انسانیت کا معمار بن جاتا ہے۔

[16] Al-Jumuʿah, 62:2.

عدالتی نظام کی تطہیر اور اسوہِ نبوی ﷺ

آج کے عدالتی نظام میں سب سے بڑا مسئلہ طاقتور اور کمزور کے لیے الگ قانون ہونا ہے۔ فقہ السیرہ کا عملی اثر یہ ہے کہ عدالت کا منصف (جج) مدینہ کی مسجد کے اس منصف ﷺ کی پیروی کرے جس کی نظر میں امیر و غریب اور شاہ و گدا بالکل برابر تھے۔ جب قانون سب کے لیے برابر ہو گا تبھی معاشرے میں امن آئے گا۔ عصرِ حاضر میں جو لوگ تنہائی، بے کسی یا مظلومیت کا شکار ہیں ان کے لیے مکہ کے بے یار و مددگار نبی ﷺ کی زندگی ایک عملی مثال ہے کہ حالات کتنے ہی مخالف کیوں نہ ہوں حق پر ڈٹے رہنا ہی کامیابی ہے۔ یہ نکتہ آج کے انسانی حقوق کے علمبرداروں کے لیے بہترین سبق ہے۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۚ اِعْدِلُوْا ۗ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى[17]

"اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔"

یہ آیت آج کے عدالتی نظام کے لیے سب سے بڑی ڈھال ہے۔ فقہ السیرہ کا عملی سبق یہ ہے کہ جب ایک منصف کرسیِ عدالت پر بیٹھے تو اس کے سامنے فریقین کی سماجی حیثیت یا ذاتی تعلق نہیں بلکہ صرف سچ اور انصاف ہونا چاہیے۔ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے جس منصفِ مدینہ ﷺ کا نقشہ کھینچا ہے وہ کوئی روایتی جج نہیں بلکہ عدلِ الٰہی کا وہ مظہر ہے جس کے نزدیک قانون کی حکمرانی ہر مصلحت سے بالاتر تھی۔ یہ آیت اس دعوے کی مضبوط ترین دلیل ہے، جو یہ اعلان کرتی ہے کہ انصاف کا ترازو کسی کی دشمنی یا نفرت کی وجہ سے نہیں جھکنا چاہیے۔ آج کے دور میں عدالتی نظام کا سب سے بڑا چیلنج سیاسی وابستگی اور ذاتی پسند و ناپسند ہے۔ فقہ السیرہ کا عملی اثر یہ ہے کہ یہ منصف کے دل میں یہ خوفِ خدا پیدا کرتی ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی ناانصافی اسے تقویٰ کے درجے سے گرا دے گی۔ جب ایک جج اس آیت کو اپنا دستور بنائے گا تو عدالتیں سیاسی انتقام کی بجائے امن و سکون کا گہوارہ بن جائیں گی۔

سید صاحب جس "شاہ و گدا کی برابری" کا ذکر کرتے ہیں اس کا عملی ظہور اسی وقت ممکن ہے جب قانون "شخصیت" کو نہیں بلکہ "عمل" کو دیکھے۔ عصرِ حاضر میں فقہ السیرہ کا اثر یہ ہے کہ یہ "وی آئی پی کلچر" کے بت کو پاش پاش کرتی ہے۔ اگر طاقتور جرم کرے تو اسے بھی وہی سزا ملے جو ایک عام شہری کو ملتی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی چوری کرتیں تو میں ان کے بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا۔ یہ آیت بین الاقوامی سطح پر بھی ایک بہترین ضابطہ فراہم کرتی ہے۔ آج کی سپر پاورز اکثر اپنے دشمن ممالک کے ساتھ عدل کے تقاضے پورے نہیں کرتیں۔ فقہ السیرہ کا عملی پیغام یہ ہے کہ عالمی امن تب تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک "قوت" کو "عدل" کے تابع نہ کیا جائے۔

خاندانی استحکام اور اسوہِ نبوی ﷺ

جدید معاشرے میں طلاق کی شرح اور خاندانی جھگڑے بڑھ رہے ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ ایک شوہر اپنی ازدواجی زندگی میں حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے مقدس شوہر ﷺ کے طرزِ عمل کو اپنائے اور ایک باپ اپنی اولاد کے ساتھ وہی محبت بھرے اصول اختیار کرے جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد ﷺ کے تھے۔ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے مطابق سیرت اخلاق و اعمال کا بازار ہے جس کا

[17] Al-Māʾidah, 5:8.

مطلب یہ ہے کہ آج کا انسان کسی بھی حال میں ہو (فاتح ہو یا مفتوح، حاکم ہو یا محکوم)، اس کے لیے سیرت میں ایک عملی ماڈل موجود ہے جو اسے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی طرف لے جاتا ہے۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا[18]

"اے نبی ﷺ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے چہروں پر نقاب ڈالا کریں یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچانی جائیں پھر نہ ستائی جائیں اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔"

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے سیرتِ طیبہ ﷺ کی جامعیت کو بیان کرتے ہوئے خواتین کے حقوق اور ان کی سماجی حیثیت پر خصوصی زور دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر تم بیٹی ہو تو رحمتِ عالم ﷺ کی پیاری صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اسوہ دیکھو اور اگر تم زوجہ ہو تو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی پاکیزہ زندگی کو اپنا مرکزِ نگاہ بناؤ۔ یہ آیت دراصل اس خاندانی نظام اور سماجی تحفظ کی بنیاد ہے جس کا نقشہ سید صاحب نے پیش کیا ہے۔

آج کے دور میں جہاں خواتین کو نمائش کی چیز بنا دیا گیا ہے، فقہ السیرہ کا عملی اثر یہ ہے کہ یہ عورت کو ایک محترم ہستی کے طور پر متعارف کراتی ہے۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ حجاب یا حیا کے احکامات عورت کو قید کرنے کے لیے نہیں بلکہ اسے پہچان دینے اور آوارہ نگاہوں سے تحفظ فراہم کرنے کے لیے ہیں۔ دراصل معاشرے کی اصل اکائی خاندان ہے۔ عصرِ حاضر میں جب مغربی تہذیب کے زیرِ اثر خاندانی نظام بکھر رہا ہے، تو فقہ السیرہ کی اہمیت یہ ہے کہ یہ عورت کو اس کے گھر کے اندر ملکہ کا درجہ دیتی ہے اور اسے معاشرے کی تعمیرِ نو کا بنیادی ستون قرار دیتی ہے۔

اس آیت کا عملی اطلاق یہ ہے کہ جدید دور کی مسلم خاتون اپنی پیشہ ورانہ یا تعلیمی زندگی میں بھی اپنی حیا اور وقار کو برقرار رکھ سکتی ہے۔ یہ آیت ہمیں سکھاتی ہے کہ ترقی کا مطلب بے راہ روی نہیں بلکہ اپنی اقدار کے اندر رہتے ہوئے انسانیت کی خدمت کرنا ہے جیسا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے علم و حکمت کی ترویج میں کلیدی کردار ادا کیا۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ حیا کے احکامات (جیسے حجاب) عورت کے لیے قید نہیں بلکہ ایک حفاظتی قلعہ ہیں۔

جیسے ایک قیمتی ہیرے کو ڈبے میں محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے، اسی طرح اسلام عورت کو حیا کے اصول دے کر اسے بد نگاہی، چھیڑ چھاڑ اور سماجی برائیوں سے بچاتا ہے۔ جب عورت حیا کے دائرے میں رہ کر معاشرے میں نکلتی ہے تو لوگ اسے اس کے جسم یا ظاہری شکل و صورت کی بنیاد پر نہیں تولتے بلکہ اس کے کردار، علم اور کام کی بنیاد پر اس کی عزت کرتے ہیں۔

آج کے دور میں جہاں عورت کو اشتہارات اور میڈیا میں ایک پراڈکٹ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے وہاں فقہ السیرہ ہمیں بتاتی ہے کہ اصل عزت خود کو چھپانے اور وقار قائم رکھنے میں ہے جس سے معاشرے میں اس کا احترام بڑھ جاتا ہے۔ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی فکر اور اس آیت کا نچوڑ یہ ہے کہ اسلام عورت کو معاشرے کے حاشیے پر نہیں رکھتا بلکہ اسے حیا اور پاکیزگی کے ایسے حصار میں لاتا ہے جہاں وہ زیادہ محفوظ اور زیادہ محترم ہو جاتی ہے۔

احترامِ انسانیت اور تحفظِ حیات

[18] Al-Aḥzāb, 33:59.

فکرِ سیرت کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ اسلام نے جس "حقِ زندگی" کی بنیاد رکھی، وہ آج کے دور میں بھی معصوم جانوں کے تحفظ کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بچیوں کا قتل ہو یا آج کے ترقی یافتہ دور میں ان کا معاشی و سماجی استحصال، قرآنِ کریم کا یہ سوال آج بھی ضمیرِ انسانی کو جھنجھوڑ رہا ہے۔ قرآن میں اللہ نے فرمایا: بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ[19] "کس گناہ کی وجہ سے اسے قتل کیا گیا؟" یہ آیت اگرچہ زمانہ جاہلیت میں بچیوں کو زندہ درگور کرنے کے مخصوص سیاق و سباق میں نازل ہوئی تھی، مگر اس کا آفاقی پیغام ہر دور کے مظلوم کے لیے عدل کی پکار ہے۔ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے جس طرح سیرتِ طیبہ ﷺ کو انسانیت کے ہر طبقے کے لیے نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے، اس کا عملی تقاضا عصرِ حاضر کے سنگین مسائل میں پوشیدہ ہے۔ آج کے دور میں جہاں بچیوں کے اسقاطِ حمل اور صنفی امتیاز جیسے مسائل معاشرے کا ناسور بن چکے ہیں، وہاں فقہ السیرہ کا عملی اثر یہ ہے کہ یہ ہر معصوم جان کے تحفظ کی مکمل ضمانت فراہم کرتی ہے۔ اسوہ رسول ﷺ ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ معاشرے کے کمزور ترین طبقات، بالخصوص خواتین اور بچیوں کو وہی عزت، مقام اور تحفظ دیا جائے جو اسلام نے ان کے لیے مقرر کیا ہے۔

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے مطابق سیرتِ پاک ﷺ اس منصف کا اسوہ پیش کرتی ہے جس کی نظر میں امیر و غریب برابر تھے۔ "بای ذنب قتلت" کا سوال درحقیقت ظالم سے باز پرس اور مظلوم کو انصاف دلانے کی بنیاد ہے۔ عصرِ حاضر میں یہ فقہ السیرہ کا عملی اثر ہے کہ قانون کسی کی سماجی حیثیت دیکھے بغیر صرف حق اور انصاف کی بنیاد پر فیصلے کرے۔ آج کے دور میں جب معصوموں پر ظلم (چاہے وہ جنگوں میں ہو یا گھریلو تشدد میں) عام ہے، فقہ السیرہ ہمیں اس ذمے داری کا احساس دلاتی ہے جو کل روزِ قیامت ہر قتلِ ناحق پر ہم سے پوچھی جائے گی۔ یہ فکری اندھیروں کے لیے ایک ایسا نورِ ہدایت ہے جو معاشرے کو بے حسی سے نکال کر ہمدردی کی طرف لاتا ہے۔

خاندانی نظام کی اصلاح اور حقوقِ نسواں کا اسوہِ نبوی ﷺ

سید صاحب نے بیویوں کے شوہر اور اولاد کے باپ کی حیثیت سے جو نمونہ پیش کیا ہے، وہ اس جاہلی سوچ کا مکمل خاتمہ کرتا ہے جو بچیوں کو بوجھ سمجھتی تھی۔ عصرِ حاضر میں اس کا عملی اثر یہ ہے کہ بیٹیوں کو رحمت سمجھ کر ان کی بہترین تربیت کی جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مثالی شفقت کا معاملہ فرمایا۔

بہر حال سیرتِ طیبہ ﷺ جامعیتِ کبریٰ کا ایسا خزانہ ہے جو ہر طبقہ انسانی کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ عصرِ حاضر میں جب نظامِ عدل پر سوالات اٹھائے جاتے ہیں تو آج کے ججوں اور قاضیوں کے لیے مدینہ کی کچی مسجد کے اس منصف ﷺ کی زندگی عملی نمونہ ہے جس کی نگاہ میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے۔ آج کے دور میں بین الاقوامی اور مقامی تنازعات کے حل کے لیے اس ثالث ﷺ کے طریقے کو اپنانے کی ضرورت ہے جس نے حجرِ اسود کو کعبہ کے گوشے میں رکھ کر ایک بڑے خون خرابے کو ٹالا تھا۔

خاندانی استحکام اور فقہ السیرہ کا عملی اثر

جدید معاشرے میں بکھرتے ہوئے گھریلو نظام کو بچانے کے لیے فقہ السیرہ کا عملی اثر یہ ہے کہ ایک شوہر کی حیثیت سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن کے ساتھ آپ ﷺ کے مثالی برتاؤ اور ایک باپ کی حیثیت سے اولاد (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے ساتھ شفقت کو مشعلِ راہ بنایا جائے۔ دراصل سیرت محض ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ اخلاق و اعمال کی دنیا کا سب سے بڑا بازار ہے، جہاں سے آج کا ہر انسان اپنی ضرورت کے مطابق ہدایت کا سامان لے کر اپنی زندگی درست کر سکتا ہے۔ موجودہ دور کے فکری انتشار اور ظلمت خانہ میں سیرتِ محمدی ﷺ نورِ ہدایت کے ایسے چراغ کی مانند ہے جو انسانیت کو نجات کا راستہ دکھاتا ہے۔

[19] Al-Takwīr, 81:9.

عالمی سماجی بحرانوں کا حل بحیثیت اسوہ حسنہ

قرآن کریم نے آپ ﷺ کی زندگی کو اسوہ حسنہ قرار دیا ہے، جو عصرِ حاضر کے نفسیاتی اور سماجی بحرانوں کا واحد حل ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا[20]

"یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو۔"

آج کے دور میں جب نوجوان طبقہ "رول ماڈلز" کی تلاش میں بھٹک رہا ہے۔ یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ ہر شعبہ زندگی (سیاست، معیشت، خاندان) میں آپ ﷺ کی زندگی ہی معیارِ حق ہے۔ عصرِ حاضر میں انسان مختلف نظریات کے درمیان بٹا ہوا ہے۔ آیت میں "لَكُمْ" کا خطاب عام ہے جو بتاتا ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت کسی خاص طبقے یا زمانے کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے ہے۔ لہٰذا ہمیں سیرت کو صرف "مذہبی رسومات" تک محدود نہیں رکھنا چاہیے بلکہ اسے سیاسی نظام، عدالتی ڈھانچے اور سماجی اصلاح کے لیے ایک مکمل گلوبل ماڈل کے طور پر پیش کرنا چاہیے۔

سیرتِ طیبہ بحیثیت عالمی ضابطہ حیات اور سماجی اصلاح کا ذریعہ

انسان جب آپ ﷺ کی تکالیف اور ان پر آپ ﷺ کے صبر کا مطالعہ کرتا ہے، تو اسے اپنی مشکلات چھوٹی لگنے لگتی ہیں۔ سیرت کا مطالعہ عصرِ حاضر کے انسان کو ذہنی مضبوطی عطا کرتا ہے کیونکہ وہ جان لیتا ہے کہ کامیابی کا راستہ آزمائشوں سے ہو کر گزرتا ہے۔ موجودہ دور میں فیملی اسٹرکچر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ اسوہ حسنہ میں آپ ﷺ بحیثیت شوہر، بحیثیت والد اور بحیثیت نانا موجود ہیں۔

جیسا کہ نبی ﷺ نے بھی فرمایا کہ:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَ أَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ[21]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں اور جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اسے (یعنی اسکی برائیوں کو) چھوڑ دو۔"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ کسی انسان کے اصل اخلاق کا پتہ باہر کی دنیا میں نہیں بلکہ اس کے گھر میں چلتا ہے جہاں وہ کسی بناوٹ کے بغیر رہتا ہے۔ عصرِ حاضر میں جہاں لوگ باہر تو بہت خوش اخلاق ہوتے ہیں لیکن گھر والوں کے ساتھ ان کا رویہ سخت ہوتا ہے، وہاں یہ حدیث فقہ السیرہ کا ایک عظیم ضابطہ دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے خود کو مثال بنا کر پیش کیا کہ ایک سربراہِ مملکت اور عظیم نبی ہونے کے باوجود آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک میں سب سے آگے تھے۔

یتیمی بحیثیت نسبتِ نبوی ﷺ اور سماجی محرومی کا تدارک

---

[20] Al-Aḥzāb, 33:21.
[21] Al-Tirmidhī, Abū ʿĪsā. *Sunan al-Tirmidhī*, Kitāb al-Manāqib ʿan Rasūl Allāh ﷺ, Bāb Faḍl Azwāj al-Nabī ﷺ, Ḥadīth No. 3895.

سیرتِ طیبہ کا یہ ایک اعجاز ہے کہ اس نے معاشرے کے سب سے محروم طبقے یعنی یتیموں کو بے چارگی کے حصار سے نکال کر ایک ایسا وقار عطا کیا جس کی مثال تاریخِ انسانی میں نہیں ملتی۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کے عہدِ طفولیت کی اس کیفیت کو محرومی کی بجائے اپنی خصوصی کفالت اور پناہ گاہ کے طور پہ یوں بیان کیا ہے کہ: اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى[22] "کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا تھا پھر ٹھکانہ دیا۔" سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی نگاہِ بصیرت نے سیرتِ طیبہ ﷺ کے اس پہلو کو جس فصاحت سے بیان کیا ہے، وہ عصرِ حاضر کے ٹوٹے ہوئے دلوں کے لیے ایک مسیحائی ہے۔ اگر کائنات کا کوئی بھی انسان اپنے آپ کو یتیمی کے صحرا میں تنہا پائے، تو اسے یتیم مکہ ﷺ کے اسوہ کی پناہ لینی چاہیے۔ قرآنِ کریم کی آیت "اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى" محض ایک تاریخی یاد دہانی نہیں، بلکہ یتیمی کے زخموں پر ایک ابدی مرہم ہے۔

موجودہ دور میں یتیمی کو محرومی اور بے بسی کا استعارہ بنا دیا گیا ہے۔ فقہ السیرہ اس تصور کو بدل کر یتیمی کو ایک مقدس نسبت عطا کرتی ہے۔ جب ایک یتیم بچہ یہ دیکھتا ہے کہ کائنات کی سب سے عظیم ہستی ﷺ بھی اسی کیفیت سے گزری تھی تو اس کی مایوسی ایک اعلیٰ عزم میں بدل جاتی ہے۔ یہ فکری اثر یتیموں میں وہ خود اعتمادی پیدا کرتا ہے جو بڑے سے بڑے مادی سہارے سے ممکن نہیں۔

آیت کا لفظ "فَاٰوٰى" ایک مکمل سماجی نظام کا پیش خیمہ ہے۔ یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ یتیموں کی کفالت کرنا کسی فرد کا عطیہ نہیں بلکہ سنتِ الٰہی ہے جسے ریاست اور معاشرے پر لازم کیا گیا ہے۔ عصرِ حاضر کی فلاحی ریاستوں کے لیے اس میں یہ سبق ہے کہ یتیموں کے حقوق کی ادائیگی احسان کی بجائے فریضۂ الٰہی سمجھ کر کی جائے تاکہ ان کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔

سید صاحب کی فکر کی روشنی میں یہ آیت ہمیں یہ یقین دلاتی ہے کہ مادی سہاروں کا چھن جانا دراصل اللہ کی براہِ راست آغوشِ رحمت میں آنے کا پیش خیمہ ہے۔ آج کی انسانیت اگر یتیموں کے مسائل کا حل چاہتی ہے تو اسے کفالت و رحمت کے اس نبوی سانچے میں ڈھالنا ہوگا جہاں یتیم خود کو بوجھ نہیں بلکہ معاشرے کا سب سے محترم حصہ سمجھے۔

تبلیغ دین کا نبوی اسلوب اور عملی صداقت کی اہمیت

تبلیغ دین کے نبوی اسلوب میں قول و فعل کی یکسانیت کو کلیدی اہمیت حاصل ہے جیسا کہ قرآنِ حکیم سچوں کی معیت کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ[23]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

عصرِ حاضر میں ہم سمجھتے ہیں کہ شاید صرف اچھی "مارکیٹنگ یا پروپیگنڈا" سے ہم اپنا پیغام دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے چالیس سال تک مکہ میں اپنی صداقت کا سکہ جمایا۔ جب آپ ﷺ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر دعوت دی، تو لوگوں نے آپ ﷺ کی بات کی تردید سے پہلے آپ ﷺ کے کردار کی گواہی دی۔ مسلمانوں کے لیے سبق یہ ہے کہ اگر وہ عالمی سطح پر اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو انہیں پہلے اپنی انفرادی اور اجتماعی ساکھ بحال کرنی ہوگی۔

آج کے دور میں جھوٹی خبریں اور پراپیگنڈا معاشروں کو تباہ کر رہا ہے۔ اللہ نے صرف سچ بولو نہیں کہا، بلکہ کہا "سچوں کے ساتھ ہو جاؤ"۔ سیرت ہمیں سکھاتی ہے کہ سچ کی حمایت کرنا اور جھوٹے پروپیگنڈے کا حصہ نہ بننا ایمان کا تقاضا ہے۔ ایک مسلمان کو سوشل میڈیا پر کسی بھی خبر کو شیئر کرنے سے پہلے اس کی تحقیق کرنی چاہیے۔ سیرتِ نبوی ہمیں یہ نہیں سکھاتی کہ ہم صرف جھوٹ کو روکنے کی کوشش کریں، بلکہ یہ سکھاتی ہے کہ

22 Al-Ḍuḥā, 93:6.
23 Al-Tawbah, 9:119.

سچ کو اس قدر طاقتور اور واضح کر دیں کہ جھوٹ خود بخود اپنی اہمیت کھو دے۔ آج کے دور میں جھوٹی خبروں سے لڑنے کا بہترین طریقہ یہ نہیں کہ ہر جھوٹ کا جواب دیا جائے، بلکہ یہ ہے کہ آپ کی اپنی ساکھ اتنی مضبوط ہو کہ لوگ آپ کی بات کو معیار مانیں۔

جدید معیشت اعتماد پر چلتی ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو اپنا مالِ تجارت اس لیے دیا کیونکہ آپ ﷺ صادق و امین تھے۔ فقہ السیرہ ہمیں بتاتی ہے کہ معاشی کامیابی کے لیے چالاکی نہیں بلکہ سچائی لانگ ٹرم راستہ ہے۔ اگر آج مسلم تاجر اور کمپنیاں اپنی مصنوعات میں ملاوٹ اور جھوٹ چھوڑ دیں، تو وہ عالمی مارکیٹ میں سب سے معتبر برانڈ بن سکتے ہیں۔ سچائی صرف ثواب نہیں، بلکہ ایک مضبوط اکنامک ٹول بھی ہے۔ موجودہ دور میں عوام اور حکمرانوں کے درمیان اعتماد کا فقدان ہے۔ سچا قائد وہی ہے جس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو۔ آپ ﷺ نے جو کہا، وہ کر کے دکھایا۔ سیاسی اور سماجی قیادت کے لیے اس آیت کا عملی پیغام یہ ہے کہ وعدوں کی پاسداری کی جائے اور عوام کے سامنے حقائق کو نہ چھپایا جائے۔ شفافیت ہی اصل "صدق" ہے۔ عصرِ حاضر میں اس آیت پر عمل کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو اس قدر شفاف بنا لیں کہ لوگ ہمیں دیکھ کر اسلام کی صداقت پر یقین لائیں۔ سچائی کو محض ایک ہتھیار کے طور پر نہیں، بلکہ ایک طرزِ زندگی کے طور پر اپنا لینا ہی عصرِ حاضر میں فتنوں کا اصل علاج ہے۔

فقہ السیرہ اور عصرِ حاضر کے سماجی تغیرات کے اس تحقیقی مطالعے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ سیرتِ طیبہ ﷺ محض ایک تاریخی داستان نہیں، بلکہ ہر عہد کے انسانی و سماجی مسائل کا زندہ جاوید حل ہے۔ اس تحقیق کے دوران یہ مشاہدہ کیا گیا کہ دورِ جدید کے فکری انتشار اور بکھرتے ہوئے خاندانی نظام کی بنیادی وجہ اسوہ نبوی ﷺ کے عملی اطلاق سے دوری ہے۔ مقالے میں یہ بات مدلل انداز میں سامنے آئی ہے کہ اگر خاندانی استحکام، حقوقِ نسواں اور یتامیٰ کی کفالت جیسے حساس معاملات کو اسی نبوی ﷺ نہج پر استوار کیا جائے جیسا کہ سیرت کے عملی نمونوں میں ملتا ہے، تو موجودہ معاشرتی بحرانوں کا خاتمہ ممکن ہے۔ الغرض یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ عالمگیریت کے اس پر آشوب دور میں انسانیت کی نجات صرف اور صرف فقہ السیرہ کے ابدی اصولوں کو بطور "گلوبل سوشل ماڈل" اپنانے میں ہی مضمر ہے۔

خلاصہ بحث

یہ تحقیق فقہ السیرہ کی قرآنی اساس کو موضوع بناتی ہے اور اسے عصرِ حاضر کے سماجی تغیرات کے تناظر میں پرکھتی ہے۔ مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید فقہ السیرہ کا بنیادی معیاری اور علمی ماخذ ہے جو سیرتِ نبوی ﷺ کو محض تاریخی روایت کی بجائے ایک متحرک نمونہ اور سماجی اصلاح کا زندہ ماڈل بناتا ہے۔ منتخب قرآنی آیات کے موضوعاتی تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن سیرت کو توحید، عدل، انسانی کرامت، اخلاقی اصلاح اور اجتماعی ذمہ داری کے اصولوں پر مبنی ایک تبدیلی کے منصوبے کے طور پر پیش کرتا ہے۔

موجودہ دور کے چیلنجز — سیکولرائزیشن، اخلاقی نسبیت، سماجی انتشار اور حکمرانی کے بحران — کے تناظر میں فقہ السیرہ قرآن کی روشنی میں ایک مربوط، منظم اور قابلِ عمل فریم ورک پیش کرتا ہے۔ یہ نہ صرف اخلاقی ترغیب دیتا ہے بلکہ اخلاقی پالیسی سازی، سماجی ہم آہنگی اور تہذیبی توازن کے لیے ایک جامع ضابطہ فراہم کرتا ہے۔ نتیجتاً قرآن پر مبنی فقہ السیرہ جدید سماجی تغیرات سے مثبت اور تعمیری انداز میں نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور امت مسلمہ کے لیے ایک ابدی رہنما اصول ثابت ہوتا ہے۔

پانچ تجاویز و سفارشات

* نصابی اصلاح: جامعات اور دینی مدارس کے نصاب میں "فقہ السیرہ کی قرآنی اساس" کو ایک الگ مستقل مضمون کے طور پر شامل کیا جائے تاکہ طلبہ سیرت کو محض تاریخی نہیں بلکہ فقہی اور عملی تناظر میں سمجھ سکیں۔

* تحقیقی فروغ: معاصر محققین کو چاہیے کہ فقہ السیرہ کو عصری سماجی مسائل (جیسے گلوبلائزیشن، انسانی حقوق، ماحولیاتی بحران) کے ساتھ مربوط کر کے مزید تحقیقی مقالے اور کتابیں تیار کریں۔
* تربیتی پروگرامز: دعوتی مراکز، مساجد اور اسلامی تنظیمیں فقہ السیرہ پر خصوصی تربیتی کورسز اور ورکشاپس منعقد کریں تاکہ خطباء اور کارکن قرآن پر مبنی سیرت کے عملی اطلاق سے مستفید ہوں۔
* ڈیجیٹل مواد کی تیاری: فقہ السیرہ کے موضوع پر اردو، انگریزی اور دیگر زبانوں میں ویڈیو لیکچرز، اینی میشن سیریز، پوڈکاسٹس اور انٹر ایکٹو ایپس تیار کی جائیں جو نوجوان نسل کو سیرت سے جوڑ سکیں۔
* بین الاقوامی اشاعت: اس موضوع پر جامع کتابوں اور مقالات کا انگریزی اور عربی میں ترجمہ کیا جائے اور بین الاقوامی جرائد میں شائع کیا جائے تاکہ عالمی سطح پر فقہ السیرہ کی قرآنی بنیادوں کی اہمیت کو اجاگر کیا جا سکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* AL,Qran
* Ibn al-Athīr (d. 606 AH): al-Nihāyah fī Gharīb al-Ḥadīth, Taḥqīq: Ṭāhir Aḥmad al-Zāwī, al-Nāshir: Mu’assasah Ismā‘īliyān lil-Ṭibā‘ah wal-Nashr, Qum-Iran, 4th ed., 1364 AH-Sh, Article: Fa-qa-ha
* Ibn Manẓūr (d. 711 AH): Lisān al-‘Arab, Nashr Adab al-Ḥawzah, Qum-Iran, 1405 AH, Article: Fa-qa-ha
* Bāṣamad, Iqbāl Muḥammad, Fiqh al-Sīrah al-Nabawiyyah, Makkah al-Mukarramah: Jāmi‘ah Umm al-Qurā, Kulliyyah al-Da‘wah wa Uṣūl al-Dīn
* al-Shahīd al-Awwal (d. 786 AH): Dhikrā al-Shī‘ah fī Aḥkām al-Sharī‘ah, Mu’assasah Āl al-Bayt (A.S) li-Iḥyā’ al-Turāth, Qum-Iran, 1419 AH
* Bāṣamad, Iqbāl Muḥammad, Fiqh al-Sīrah al-Nabawiyyah, Makkah al-Mukarramah: Jāmi‘ah Umm al-Qurā, Kulliyyah al-Da‘wah wa Uṣūl al-Dīn
* Nadwī, Sayyid Sulaymān, Khuṭbāt-e-Madrās, Metro Printers, Lahore, 1995,102
* Nadwī, Sayyid Sulaymān, Khuṭbāt-e-Madrās,103
* Tirmidhī, Imām Abū ‘Īsā, Sunan al-Tirmidhī, Dār al-Ta’ṣīl, Cairo, 2016, Hadith no. 3895